ڈاکٹر سعید احمد
شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

غالب کا ایک منفرد شارح_ محمد مستقیم

The poetry of Ghalib, undoubtedly, is a treasure trove of meanings and insinuations and is known for its depth. The study and commentary on the meanings of Ghalib's poetry had begun in the life time of this great and versatile poet. More than hundred explanatory studies and commentaries on Ghalib's poetry have been written by different scholars and researchers ranging from Darga Chaman Prasad's *Chahar Chaman* to Shams-ur-Rehman Farooqi's *Tafheem-i-Ghalib*. Muhammad Mustaqeem is one of the distinguished commentators of Ghalib's poetry. His book: *Ghalib: A Scientist* highlights Ghalib's deep consciousness of Science. This article attempts to examine Muhammad Mustaqeem's study of Ghalib and its different dimensions.

غالب شناسی کی روایت میں محمد مستقیم کا نام انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ محمد مستقیم کا تعلق ہندوستان کے ضلع سیوان (بہار) سے ہے۔ محمد مستقیم مختلف سائنسی علوم پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان کی دلچسپی کا خاص میدان ریاضی ہے۔ سائنس کے ساتھ ساتھ غالب سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ عرصہ دراز سے غالب کے سائنسی شعور کی تشریح وتعبیر میں منہمک ہیں۔ تا حال ان کی کئی تصانیف شائع ہو کر شائقین ادب سے داد پا چکی ہیں۔ چند تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ وزڈم اینڈ ونڈر (انگریزی)　　　۲۔ غالب ایک سائنس دان
۳۔ ترجمہ دیباچہ غالب　　　۴۔ غالب کی نئی دنیا

ان کتابوں کے علاوہ غالب کے سائنسی شعور سے متعلق ان کے متعدد مضامین ہندوستان کے معتبر ادبی پرچوں ''زبان وادب''، ''آج کل'' وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ مضامین ابھی جاری ہے۔

محمد مستقیم نہ صرف سائنسی علوم کے ماہر ہیں بلکہ مختلف زبانوں پر بھی اچھی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے غالب کے اردو اور فارسی کلام کے منظوم تراجم بھی کیے ہیں۔ کتاب ''غالب ایک سائنس دان'' ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔

محمد مستقیم ''عرضِ مصنف'' میں رقم طراز ہیں:

''مجھے تعلیمی دور سے ریاضی میں شغف رہا۔ اس دور میں اگر کسی روز ریاضی کا کوئی مشکل سوال حل نہ کر پاتا یا اس کے حل میں منہمک نہ ہوتا تو لگتا کہ اس روز میں نے کوئی کام کیا ہی نہیں۔

سرکاری خدمت میں داخلہ کے بعد روز بہ روز ریاضی کے حل طلب قدرے مشکل سوالات عموماً نہ ملتے تھے اور نہ ان

کے حل کے لیے فرصت تھی۔ لہٰذا علم طبعیات کا مطالعہ میرے شوق میں شامل ہوا۔

ایک بار میری ملاقات کانپور کی اقبال لائبریری میں رامش پرتاپ گڑھی سے ہوئی۔ وہ ایک بڑی کوفت میں مبتلا تھے۔ ان کا غم یہ تھا کہ ان کے محبوب شاعر غالب کے کلام میں انہیں ایک کھوٹ نظر آیا۔ انہوں نے مغموم لہجہ میں کہا کہ غالب کا ایک لفظ بلاغت سے گر گیا ہے۔

انہوں نے مصرعہ بتایا:

شب ہوئی پھر انجمِ رخشندہ کا منظر کُھلا

انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ''انجم تو روشن ہوتا ہی ہے اسے رخشندہ کہنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مجھے غالب کی حمایت میں بولنے کی اب ہمت نہیں ہوتی کیونکہ ڈر لگتا ہے کہ کوئی انجمِ رخشندہ کے حوالے سے میری کھنچائی نہ کرے۔''

میں نے انہیں بتایا کہ کچھ تارے سیاہ ہوتے ہیں۔ وہ بڑے قوی ہوتے ہیں اور اپنے قرب وجوار کے تاروں کو ہڑپ کر لیتے ہیں کہ انہیں غار ہائے سیاہ کہتے ہیں اس لحاظ سے غالب کی بلاغت قابلِ داد ہے۔''(۱)

اس کتاب کے آغاز میں عشرت ظفر کا ایک خوبصورت اور مبسوط تعارفی مضمون ''غالب کا گنج باد آورد'' شامل ہے۔ عشرت ظفر محمد مستقیم کی غالب شناسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرزا اسد اللہ غالب کے عقابِ تخیل کی پرواز صرف عالمِ موجودات ہی میں نہیں بلکہ ہزاروں نادیدہ و نا آفریدہ جہانوں تک بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود کو عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ کہا۔ ان کے چاروں طرف طنز و تعریض کا غوغا تھا۔ لعن طعن کی بارش تھی۔ دشنام طرازی کی بوچھاڑ تھی مگر ان کے یہاں تخلیق کی تنویم اور قدر گہری اور آسودگی آمیز تھی کہ دشنام کی بارشوں میں مسلسل نہاتے رہنے کے باوجود بھی ان کا گلِ مراد، ان کی اپنی ہی مٹی میں کھلتا تھا۔ وہ دنیا کو بازیچہء اطفال سمجھتے تھے۔ اپنے شعر کو گنجینہء معانی کا طلسم خیال کرتے تھے۔ ان کی رفعت پرواز پر ثریا محوِ حیرت ہے ان کے لب اعجاز پر نطق کو سو ناز ہیں۔ یہ سب کچھ کہنا محض عقیدت نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ مرزا اسد اللہ خاں دہلوی اسی مرتبے پر فائز ہے۔ جن اساطیرِ ادب نے غالب کی فکر فلک رسا کی ان تمام سمتوں کو پہچانا منکشف کیا جو ان کے اشعار میں سانس لیتی ہیں وہ سب قابلِ احترام ہیں لیکن غالب کو ایک سائنس داں کی حیثیت سے سامنے لانا اِس میدان میں ان کا مرتبہ متعین کرنا یہ کام بہار کے محمد مستقیم نے کیا۔ یقیناً یہ ایک نئی جہت کی تلاش ہے جو، اب تک غیر منکشف تھی۔ صریرِ خامہ کا نوائے سروش ہونا، روح القدس کا ہم زباں ہونا شاید اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح محمد مستقیم مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان سے قبل کے ماہرینِ غالب نے اس فکری جہت کو سمیٹنے کی کوشش نہیں کی جب کہ غالب کے یہاں نجومِ فلکیات اور ہیئت جیسے بحرآسا علوم کے اشارے ملتے ہیں۔

محمد مستقیم کا تعلق ہندوستان کی ریاست بہار کے ضلع سیوان سے ہے۔ بہار ہمارے ملک کی ان ریاستوں میں سے ہے جس کی خاک سے بڑے بڑے غوّاصِ علم ومعانی طلوع ہوئے ہیں۔ محمد مستقیم بھی انگریزی، اردو، فارسی زبانوں کے ماہر ہیں۔ علم طبیعیات ان کا خاص موضوع ہے اور غالب کا مطالعہ برسوں پہلے انہوں نے اسی علم کے تناظر میں شروع

کیا تھا جس کا ثمرِ شیریں ''غالب۔۔۔ایک سائنس داں'' ہے جس میں انہوں نے غالب کی فارسی شاعری میں نیوکلس، الیکٹران، اسپکٹرم، توانائی، روشنی، وقت، اوزون کی گردشیں رفتارِ تحرک اور جمود کو تلاش کیا ہے اور مطالعہء غالب کا افشردہ اس انداز سے الفاظ کے خوش رنگ پیالوں میں پیش کیا ہے جسے پی کر کم از کم میرے جیسے متعلمِ علم وادب پر گہرا نشہ طاری ہو گیا ہے۔''(۲)

لگ بھگ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں چھ مضامین شامل ہیں۔ مضامین کی ترتیب کچھ یوں ہے:

۱۔ غالب کے آئینے میں آئن سٹائن ۲۔ غالب شاعر و سائنس داں

۳۔ غالب کا قصیدہ نمبر ۶۱ ۴۔ ''پیرانِ سماوی''

۵۔ غالب کا قصیدہ نمبر ۶۲ ۶۔ غالب کی طیفِ اساسِ شاعری

محمد مستقیم نے اپنے پہلے مضمون کا آغاز شاعری اور سائنس کے باہمی تعلق کے بیان سے کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''برطانوی نقاد ہڈسن کی نظر میں تحیر (Wonder) شاعری کا مطلع اور سائنس کا مقطع ہے۔ گویا وہ شاعری میں تحیّر اور سائنس میں تفکّر کے عنصر کو حاوی مانتے ہیں۔ اگر شاعری حسنِ بیان ہے تو سائنس حقیقت پسند، یہ دونوں حیات کے لازمے ہیں اس لیے اِن میں رقابت نہیں۔ اقدار میں اختلاف کی وجہ سے ان دو اصناف کے مابین قرابت یا دُوری بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ قدیم یونان اور ابتدائی اسلامی عرب میں سائنس شاعری کے آگے رہی۔ ان دو مختصر وقفوں کو چھوڑ کر پندرھویں صدی عیسوی تک ماضی پر شاعری حاوی رہی۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ اب پانسہ پلٹ چکا ہے اور تاحدِ نظر مستقبل پر سائنس کا قبضہ ہے۔ اپی کیورس (Epicurus) قدیم یونان کا شاعر ہے۔ اس کی حیاتِ جاوید کا راز اس امر میں ہے کہ اس نے اپنے محبوب سائنس داں ڈیموکریٹس (Democritus) کے ایٹمی نظریہ کو اپنی شاعری میں موتیوں کی طرح پرو لیا۔ جب یونانی سائنس کا انحطاط ہُوا تو اس کے ملبے کے نیچے سائنسی نوادر دب گئے مگر اپی کیورس کی شاعری کی بدولت ڈیموکریٹس کے نظریات محفوظ رہے اور فی زمانہ جب سائنس کا سورج عروج پر ہے اور شاعری کا جوا ُتر رہا ہے تو ڈیموکریٹس کا سائنس اپی کیورس کے پہلو میں کھڑا ہے۔

ایک لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپی کیورس کی روایت کی تجدید میں تقریباً دو ہزار سال بعد غالب کے نام سے دوسرا بانکا آگرہ کی مردم خیز خاک سے اٹھا''(۳)

اس تمہید کے بعد مضمون نگار نے غالب کی طبیعی علوم سے دلچسپی کا ذکر کیا ہے اور قیاس ظاہر کی ہے کہ غالب نے دِلّی کالج (قائم شدہ ۱۸۲۷ء) کے اساتذہ اور مفتی صدرالدین کی صحبتوں سے استفادہ کیا ہوگا۔

مضمون نگار نے غالب کے اردو اور فارسی اشعار میں آئن سٹائن کے افکار و نظریات سے تطبیق اور مماثلت ظاہر کر کے ثابت کیا ہے کہ غالب کے فکر و فلسفہ کے ہیولیٰ سے آئن سٹائن نے حقیقی پیکر تراشے۔ گویا شاعر غالب نے اپنی فکرِ فلک رسا اور وجدان کی بدولت جو خواب دیکھے سائنس دان آئن سٹائن نے اس میں تعبیر کے رنگ بھر دیئے۔ غالب کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہُوا اور آئن سٹائن غالب کی وفات کے دس سال بعد پیدا ہُوا۔ اقبال نے ایک جگہ کیا خوب لکھا ہے کہ بہت سے شاعر مرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور ہماری آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ شعراء، عشّاق اور شہداء اپنی قبروں سے گل و لالہ کی صورت میں پھر سے

نمودار ہوجاتے ہیں۔ جس طرح مادہ اور توانائی مختلف شکلیں بدلتے رہتے ہیں کیا عجب شعر وحکمت اور دانائی بھی مختلف بہروپ بھرتے رہتے ہوں۔ زمان ومکان تو اضافی قدریں ہیں۔

محمد مستقیم لکھتے ہیں کہ زمانہ حال میں غالب شاعری کے لیے مشہور ہے لیکن آئندہ وہ اپنے سائنسی شعور کے لیے مشہور ہوگا۔ محمد مستقیم نے غالب اور آئن سٹائن کے نظریات کا دلچسپ اور مفصل موازنہ پیش کیا ہے۔ مذکورہ مضمون سے چند نکات پیشِ خدمت ہیں:

''آئن سٹائن کا خصوصی نظریہء اضافیات ۱۹۰۵ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے بموجب کوئی مادی جسم نُوری رفتار سے نہیں چل سکتا۔ سُرعت کے ساتھ جسم کی کمیت (mass) میں اضافہ ہوتا ہے اور کمیت میں اضافہ کے ساتھ اس سے منسوب وقت کی رفتار میں کمی ہوتی ہے۔ نوری رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ سے چلنے والے جسم کی کمیت لامتناہی ہو جائے گی اور اس سے منسوب وقت کی رفتار بھی ختم ہوجائے گی۔

غالب آئن سٹائن سے بہت پہلے کہتا ہے کہ کوئی ماڈی جسم نوری رفتار حاصل نہیں کرسکتا۔

مجنوں فسونِ شعلہ خرامی فسانہ ہے
ہے شمع جادہ داغ نے افروختن ہنوز

(مجنوں کے بارے میں کہنا کہ وہ شعلہ خرام ہے یعنی روشنی کی رفتار سے چلتا ہے محض کہانی ہے، حقیقت نہیں ہے۔ ابھی تک صرف آواز کی لہروں کو (برقی مقناطیسی لہروں میں منتقل کرکے) روشنی کی رفتار سے دواں کرنا ممکن ہو پایا ہے)

یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ ۱۸۳۱ء میں ٹیلی گرافی وجود میں آئی۔ اس کی ایجاد کا سہرا امریکی سائنس دان سیموئیل مورس (Samuel Morse) کے سَر ہے، ٹیلی گرافی روشنی کی رفتار سے پیغام رسانی کا وسیلہ ہے۔ مندرجہ بالا شعر کا دوسرا مصرعہ سائنس کے اس اعجاز کے پیشِ نظر سست صوتی لہروں کو برق رفتار بنا پانے کی انسانی صلاحیت کو بیان کرتا ہے۔ مگر کسی جسم کو اس رفتار سے رواں کرنا ممکن نہیں۔

نوری رفتار پر وقت ٹھہر جاتا ہے اس نظریہ کو بارہویں صدی عیسوی کے پہلے عشرہ میں مشہور اسلامی محقق عین القضاۃ ہمدانی نے اپنے عربی رسالہ غایت الامکان فی درایت المکان (Extent of Possibilities in Science of Space) میں شائع کیا۔ اس رسالہ کی ایک جلد رام پور (یوپی) کی مشہور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ ممکن ہے اس رسالہ سے غالب کی نظر گزری ہو۔ آئن سٹائن کے مطابق جب کوئی ماڈی جسم چلتا ہے تو اس کی حرکی توانائی (Kinetic Energy) کا ایک حصہ ماڈی صورت اختیار کرکے جسم کی کمیت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ نُوری رفتار پر جسم بے پایاں کمیت کا حامل ہوجاتا ہے۔ غالب کہتا ہے۔

شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرّہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

شوق حرکی توانائی ہے۔ جو کم مایہ مگر فراوانی کے لیے انتہائی تگ ودو میں ہیں وہ اگر ذرّہ ہیں تو صحرا بن سکتے ہیں اور اگر قطرہ ہیں تو دریا میں تبدیل ہوسکتے ہیں۔ یہاں حرکی توانائی ماڈہ میں بدل گئی۔'' (۴)

محمد مستقیم نے آئن سٹائن کے خصوصی نظریہء اضافیت کے حوالے سے غالب کے کلام میں لیزر (Laser) کی بے پناہ طاقت

کی طرف اشارات بھی تلاش کیے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

''خصوصی نظریہء اضافیات روشنی کی ہمہ جہت توسیع پذیری کو تابع کرنے کے امکانات کا اظہار کرتا ہے۔ لیزر(Laser) اس کی مثال ہے۔ لیزر اب بذاتِ خود ایک لفظ بن چکا ہے مگر اس کا ہر حرف اپنی جگہ ایک لفظ کا نمائندہ ہے۔ لیزر اپنی مکمل شکل میں جو معنی دیتا ہے وہ یہ ہے ''شعاع کے ترغیبی اخراج سے روشنی کا تقدر'' ایٹموں کی شعاع کاری ہر سمت ہوتی ہے۔ اس عمل میں ان کے مابین مطابقت کا فقدان ہوتا ہے۔ لہٰذا مجموعی نتیجہ شعاع کاری میں رڈ و اضافت میں نمودار ہوتا ہے۔ ایٹم اشتعال پذیر ہے۔ حالتِ اشتعال میں یہ اپنی معمولی جائے نشست سے اٹھ کر بالائی منزل پر جست لگاتا ہے اور ایک نورہ کی شکل میں اپنا جوش خارج کر کے نچلی منزل پر اتر آتا ہے۔ متذکرہ نورہ اگر اتفاقاً کسی سرگرم جست ایٹم سے ٹکرا جائے تو وہ ایٹم مزاحم نورہ کے ہم شکل و ہم زاد نورہ خارج کر کے اپنی جگہ مراجعت کرے گا۔ یہ دونوں نورے ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے دم ساز ہوں گے۔ ان کا رخ بھی ایک ہوگا مگر دونوں مِل کر دگنی طاقت کے حامل ہوں گے۔ اس اصول پر مشتعل ایٹموں کے تسلسل کو محض ایک نورہ سے مزاحم کر کے ہم جنس نوروں کے صف کا اخراج کیا جانے لگا۔ ان کی سمت متعین ہوگئی اور طاقت بھی حسبِ ضرورت۔ روشنی کی ان شعاعوں سے بڑے بڑے کام لیے جانے لگے۔ باریک سے باریک عملِ جراحی بنا نشتر ممکن ہوگیا۔ چٹانوں کے جگر اُن سے چیر ڈالے گئے۔ آج یہ شعاعیں ہزار ہا محیر العقول کارنامے انجام دے رہی ہیں۔

لیزر کے وجود میں آنے سے تقریباً سو سال پہلے غالب اس بے پناہ طاقت کا تصوّر یوں پیش کرتا ہے:

حلقۂ گرداب، جوہر کو بنا ڈالے تنور
عکس گر، طوفانیء آئینۂ دریا کرے

جمعیتِ آوارگیِ دید نہ پوچھ
دل تا مژہ، آغوشِ وداعِ نظر آوے

آئن سٹائن کے مطابق مادّہ توانائی کی سکون افتادہ حالت ہے۔ مادّہ اور خالص توانائی باہم متبادل ہیں۔ اس حقیقت کے اظہار کے لیے اس نے ذیل کا مساوات وضع کیا۔

توانائی = کمیت × نوری سرعت مربع

$(E= MC^2)$

اس مساوات کے بموجب ایک گرام مادّہ تقریباً سوا کھرب اسپ زور (Horse Power) کا حامل ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد پر ایٹم بم جیسا مہلک اسلحہ بنایا گیا۔ مادّہ سے توانائی اخذ کر کے بڑی بڑی تنصیبات قائم کی گئیں۔ جہاز رانی اور دیگر پُر امن مقاصد کے لیے بھی ایٹمی توانائی کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے۔

غالب بھی آئن سٹائن کی طرح مادّہ کو توانائی کی سکونی حالت سمجھتا ہے وہ ذرّات میں قیامت کی توانائی دیکھتا ہے۔ کہتا ہے:

اب آرزوئے شوقِ قیامت نہیں مجھ کو
دنیا کے ہر اک ذرّے میں سو حشر بپا ہیں

صدا ہے کوہ میں حشرآفریں اے غفلت اندیشاں
پئے سنجیدنِ یاراں ، ہو حالِ خوابِ سنگیں کا
اے وائے غفلتِ نگہِ شوق، ورنہ یاں
ہر پارہ سنگ، لختِ دلِ کوہِ طُور تھا

جاپانی شہر ہیروشیما اور ناگاساکی ایٹم بم کی وہ ہولناکی دیکھ چکے ہیں جس سے کبھی (کوہِ طور) دوچار تھا۔ اہلِ نظر کی نگاہ میں ہر پارہء سنگ کے اندر طُور کی شعلہ سامانی ہے۔ ایٹمی توانائی غالب کے عہد کی دسترس سے باہر رہی۔ اس کے لیے غالب اپنے عہد کی غفلتِ نگہِ شوق کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔ نیوکلیائی توانائی کی ممکنہ کرشمہ کاری کے متعلق غالب کا دوسرا بلیغ شعر دیکھیں:

درسِ تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے
وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

غالب کی نظر سائنس کے آئندہ معجزات پر لگی ہوئی تھی۔ وہ گرمیِ نشاطِ تصوّر سے نغمہ سنج تھا مگر اپنے دَور کو وہ سائنس کی طفولیت کا دَور سمجھتا تھا۔ کہتا ہے:

داغِ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز
خلوتِ سنگ میں ہے نالہ طلبگار ہنوز'' (۵)

محمد مستقیم نے کتاب کے اس پہلے مضمون میں کئی دیگر سائنسی مباحث جیسے غار ہائے سیاہ، خلا کی خمیدگی (Curvature of Space)، مقناطیسیتِ کائنات کی توسیع پذیری اور اصولِ لاتعین وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور غالب کے اردو اور فارسی کلام سے متعدد اشعار بطورِ مثال دیے ہیں۔ کتاب کے دوسرے مضمون ''غالب شاعر و سائنس داں'' میں بھی گذشتہ مضمون کی طرح مختلف سائنسی مباحث اور جدید سائنسی ایجادات کو کلامِ غالب کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔ اس مضمون میں ایٹم کی ساخت روشنی کی ماہیت، تاریک غاروں، لیزر، وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض سائنسی ایجادات ٹیلی فون، ٹیلی وژن، فیکس اور کمپیوٹر وغیرہ کے ابتدائی تصوّرات کی فکرِ غالب سے ہم رشتگی ظاہر کی گئی ہے۔ مثلاً ٹی وی کے بنیادی خیال کے لیے مضمون نگار نے غالب کا درج ذیل شعر بطورِ مثال دیا ہے:

اس چشمِ فسوں گر کا اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے (۶)

اس کتاب کا تیسرا مضمون ''غالب کا قصیدہ نمبر ۶۱'' غارِ سیاہ سے متعلق ہے۔ اسی فارسی قصیدہ کا مطلع پیشِ خدمت ہے۔

زاں نمی ترسم کہ گردد قعرِ دوزخ جائے من
وائے گر باشد ہمیں امروزِ من فردائے من

چوتھے مضمون ''پیرانِ سماوی'' میں بھی غار ہائے سیاہ کی دونوں اقسام ساکن اور متحرک پر بحث کی گئی ہے اور غالب کے فارسی کلام سے اشعار پیش کیے گئے ہیں۔

پانچواں مضمون ''غالب کا قصیدہ نمبر ۶۲'' غالب کے نظریہء خلا سے بحث کرتا ہے۔ اڑتالیس اشعار پر مشتمل اس فارسی

قصیدے کا مطلع یہ ہے:

چہ گو ہرم کہ محیط از صفائے گوہر من
بپائے لغز نیارد گزشتن از سرِ من

میں کتنا افضل جوہر ہوں کہ بنا ملاوٹ میرے جوہر سے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ میرے اوپر سے پھسل کر گزرنا یا اسکیٹ (Skate) کرنا ممکن نہیں۔ (۷)

اس کتاب کا چھٹا (اور آخری) مضمون ''غالب کی طیف اساس شاعری'' (Ghalib's Spectrogenic Poetry) کے عنوان سے ہے۔ اسے مضمون سے زیادہ کتاب کا تتمّہ کہنا چاہیے کیونکہ یہ محض دو صفحات پر مشتمل ہے۔ آواز اور شعاع دونوں برق مقناطیسی توانائی کی ضمنی قسمیں ہیں۔ برق مقناطیسی توانائی زیر و بم پر مبنی موج میں سے گزرتی ہے۔ طیف (Spectrum) اس کے زیر و بم کی ناپ ہے۔

محمد مستقیم نے آواز کے زیر و بم کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غالب کا یہ شعر بطور مثال پیش کیا ہے:

''در جوہر آواز کہ فرد است نہ بینی
ہنجار دَم از زیر جدا ساختہ بم را

کیا مفرد آواز کے جوہر کو تو نے نہیں دیکھا جب وہ چلتا ہے تو اس کے زیر سے بم جدا ہوتا ہے۔ غالب نے متعدد اشعار میں طیف کا استعمال شاعرانہ حسن کے ساتھ کیا ہے:

غبارِ دشت وحشت سرمہ سازِ انتظار آیا
کہ چشم آبلہ میں طول میلِ راہِ مژگاں ہے

ستارے کی دُوری کو نوری وقت سے ناپتے ہیں۔ مثلاً ایک نوری سال کا مطلب ہے ۳ لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک سال میں روشنی جتنی دُوری طے کرے۔ شعر کا پہلا مصرعہ کہتا ہے کہ تارے کے مضافاتی دشت میں موجود غبار یا ایٹم روشنی کے مخصوص زیر و بم کو جذب کر لیتے ہیں۔ لہٰذا اس روشنی کے متاثرہ طیف سیاہ ہوں گے۔ یہ طیف تارے کی دُوری کے مظہر ہوتے ہیں ساتھ ہی مضافاتی عناصر کا پتہ دیتے ہیں غالباً غالب دنیا کا پہلا شاعر ہے جس نے شاعری کو طیف جیسے سائنسی نوادر سے متموّل کیا۔'' (۸)

''غالب۔۔۔ ایک سائنس دان'' ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو ایک جانب سائنسی علوم پر گہری نظر رکھتا ہے تو دوسری جانب غالب سے بے حد عقیدت رکھتا ہے۔

محمد مستقیم نے اس کتاب میں تنقید و تشریح کی جو روش اپنائی ہے وہ تقابلی اور تاثراتی تنقید کے ذیل میں آتی ہے۔ بعض تشریحات سے قارئین کی تشفی نہیں ہوتی کیونکہ وہاں عقیدت کا رنگ غالب ہے اور کلامِ غالب سے جدید سائنسی مباحث کی تطبیق ایک پر تکلّف اور پُر تصنّع کاوش معلوم ہوتی ہے۔

اس کتاب کا مجموعی تاثر مثبت اور دیرپا ہے۔ محمد مستقیم نے سائنسی مباحث کو بڑے سلیس اور خوبصورت انداز میں رقم کیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف غالبیات سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لیے ایک نادر ارمغان کا درجہ رکھتی ہے بلکہ سائنس سے دلچسپی رکھنے

والے قارئین بھی اس سے یقیناً مستفید ہوں گے۔اس کتاب میں شاعری اور سائنس کی مطابقت اور مماثلت پر خاصا مواد موجود ہے۔غالب کے اردو فارسی کلام کے ساتھ ساتھ بعض دیگر شعراء کے اشعار بھی موجود ہیں مثلاً الیگزینڈر پوپ (Alexander Pope) کا نیوٹن کی تعریف میں یہ شعر:

Nature and Nature's laws lay hid in night
God said "let Newton be" and there was light (p:140)

الغرض، غالب کے سائنسی شعور کو سمجھنے کے لیے محمد مستقیم کی یہ کاوش لائق صد تحسین ہے۔''غالب۔۔۔ایک سائنس داں'' اپنے عنوان اور موضوع سے مکمل انصاف کرتی ہے اور غالبیات کی میدان میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد مستقیم، غالب ایک سائنس دان، کانپور: فاروقی پرنٹرس، ۲۰۰۲ء، ص۵
۲۔ عشرت ظفر، غالب کا گنج باد آورد مشمولہ غالب ایک سائنس دان، ص۶۔۷
۳۔ محمد مستقیم، غالب ایک سائنس دان، ص۱۱۔۱۲
۴۔ ایضاً ص۱۴۔۱۵
۵۔ ایضاً ص۲۱۔۲۳
۶۔ ایضاً ص۱۷
۷۔ ایضاً ص۱۲۱
۸۔ ایضاً ص۱۵۲